کیا موجودہ اناجیل الہامی ہیں؟

از رشحات قلم

مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ

صدر انجمن احمدیہ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا موجودہ اناجیل الہامی ہیں؟

از مکرم مولنا جلال الدین صاحب شمس

ناظر اصلاح وارشاد

گذشتہ چند سال سے پاکستانی جرائد یہ لکھ رہے ہیں۔ کہ پاکستان میں مسلمان کہلانے والے ہزارہا کی تعداد میں عیسائیت اختیار کرکے اسلام سے مرتد ہو رہے ہیں اخبار ایشیا لاہور اپنی اشاعت یکم دسمبر ۱۹۶۲ء میں لکھتا ہے۔ کہ:۔

"گذشتہ دس ماہ میں بیس ہزار مسلمان عیسائی ہو گئے ہیں۔ اور صرف ایک ماہ میں گیارہ سو مسلمان آپس کی فرقہ بندیوں سے تنگ آکر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے ہیں۔"

میں سمجھتا ہوں کہ جو مسلمان عیسائی ہوتے ہیں وہ اسلام کی حقیقت سے ناآشنا اور عیسائیت کی حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

اس لئے ہر بہی خواہ اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے مسلمانوں کو اسلامی تعلیم کی برتری اور فوقیت اور عیسائیت کی حقیقت سے روشناس کرانے کی کوشش کرے اور انہیں ایسے دلائل سے مسلح کرے کہ وہ عیسائیوں کا میدان مباحثات میں کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر میں نے یہ مضمون "کیا موجودہ اناجیل الہامی ہیں؟"

منتخب کیا ہے۔

عیسائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ جن کتب پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے وہ چونکہ الہامی اور خدا کا کلام ہیں۔ اس لئے تمام انسانوں کے لیے جو نجات کے خواہاں ہیں ان پر ایمان لانا اور ان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے پس اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ جن کتب کو عیسائی الہامی اور خدا کا کلام مانتے ہیں وہ خدا کا کلام نہیں ہیں۔ تو ان کتابوں پر حصول نجات کے لئے ایمان لانا ضروری نہ ہوگا۔ اور قصر عیسائیت پاش پاش ہو جائے گا۔

مجھے مصر، فلسطین اور شام۔ نیز انگلستان اور ہندوستان کے پادریوں سے بکثرت گفتگو اور مباحثہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اناجیل کے الہامی اور خدا کا کلام ثابت کرنے کے لئے پادری صاحبان جو دلائل دیتے ہیں وہ چار ہیں:[۱]

۱۔ اناجیل میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں بلکہ وحی الٰہی ہے۔

۲۔ اناجیل میں کوئی اختلاف یا تضاد نہیں پایا جاتا۔

۳۔ ان کی تلاوت انسان کو روحانیت میں بڑھاتی ہے اور نفوس میں بغرض سعادت نیک اثر پیدا کرتی ہے۔

۴۔ قرآن مجید انجیل کے الہامی ہونے اور ان میں جو کچھ لکھا ہے اس کے سچا ہونے کی

---

۱ یہی عبارتیں [illegible] عیسائی [illegible] مباحثہ کے دوران جو [illegible] کے درمیان ۱۹۲۶ء میں ہوا پیش کی تھیں۔ شمس

شہادت دیتا ہے۔ جیسا کہ آیت فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور آیت مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ سے ظاہر ہے۔

اب میں ان دلائل کا جائزہ لیتے ہوئے ساتھ ساتھ اپنے دعویٰ کا بھی ثبوت پیش کرتا ہوں کہ موجودہ اناجیل الہامی اور خدا کا کلام نہیں ہیں اور نہ ہی بائیبل من حیث المجموع کلام الٰہی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بائیبل میں خدا تعالےٰ کے انبیاء کا کلام بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے۔ گو وہ اپنی اصل صورت میں محفوظ نہ رہا ہو۔ مگر اس وحی کا مفہوم ضرور ہے جو بعض انبیاء پر ہوئی۔ لیکن ان کتب کو من حیث المجموع کلام الٰہی قرار دینا ہرگز درست نہیں جیسا کہ عیسائی صاحبان کا دعویٰ ہے۔

عیسائی صاحبان سے ایک سوال

سب سے پہلے ہم عیسائی علماء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر موجودہ اناجیل خدا کا کلام ہیں تو وہ چاروں اناجیل سے ایک ایک آیت ایسی پیش کریں جس میں ان کے مؤلفین نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ انھوں نے اپنی اپنی انجیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے الہام اور وحی سے لکھا ہے۔ اور وہ خدا کا کلام ہے۔ اگر خود مؤلفین اناجیل متی، مرقس، لوقا، یوحنا یہ دعویٰ نہیں کرتے تو دوسروں کا انہیں خدا تعالےٰ کا کلام قرار دینا "مدعی سست گواہ چست" مثل کا مصداق ہوگا۔ ہم

نئی وجہ البصیرت یہ اعلان کرتے ہیں کہ مؤلفینِ اناجیل نے قطعاً یہ دعویٰ نہیں کیا
کہ انہوں نے اپنی اناجیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ خدا کا کلام ہے۔ اس کے برخلاف
لوقا نے اپنی انجیل کی ابتداء میں یہ تصریح کر دی ہے کہ وہ جو کچھ اپنی انجیل میں
لکھ رہے ہیں وہ اپنی تحقیق کی بناء پر لکھ رہے ہیں۔ نہ کہ الہام اور وحی کی بنا پر۔ لکھتے ہیں:

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے
درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیسا کہ انہوں نے
جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے۔ ان کو ہم
تک پہنچایا۔ اس لیے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا
کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے
ان کو تیرے لیے ترتیب سے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی
ہے ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے[1]۔

اس سے ظاہر ہے کہ لوقا نے بھی ویسے ہی اپنی تحقیق کے مطابق واقعات
لکھے جیسا کہ اس کے بہت سے اور ہمعصروں نے اسی زمانہ کے واقعات اپنے
علم کی بنا پر لکھے۔

اسی طرح بائبل کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب شدہ پہلی پانچ
کتب کا بھی یہی حال ہے۔ ان کا کاتب نہ حضرت موسیٰ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی آپ کا

---

[1] لوقا ۱ ، ۴-۱ اوپر کے ہندسوں سے مراد باب ہے اور نیچے کے ہندسہ سے آیتیں مراد ہیں۔ شمس۔

کوئی ہمعصر، بلکہ ان کا لکھنے والا موسےٰ علیہ السّلام کے بہت عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ پیدائش ۳۶ : ۳۱ سے ظاہر ہے :۔

"یہی وہ بادشاہ ہیں جو ملک ادوم پر پیشتر اس سے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو مسلّط تھے۔"

اسرائیل میں بادشاہت حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے تقریباً دو سو سال بعد آئی۔ لہذا اس کتاب کا لکھنے والا یقیناً" اس زمانہ کا ہے جب کہ اسرائیل کے بہت سے بادشاہ ہو چکے تھے۔ کیونکہ جملہ "پیشتر اس سے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو" سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا مؤلّف اسرائیل کے بادشاہوں کے عہد میں یا اس کے بعد ہوا ہے۔

اسی طرح استثنائ کے آخری باب کی مندرجہ ذیل آیات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ لکھا ہے :۔

"پس خداوند کے بندہ موسےٰ نے خداوند کے کہنے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔ اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا۔ پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔ اور موسیٰؑ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا ...... اور بنی اسرائیل موسےٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے پھر

موسے کے لئے ماتم کرنے اور رونے پیٹنے کے دن ختم ہوئے

اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسے کی

مانند جس سے خداوند نے رو برو باتیں کیں نہیں اٹھا۔"

کیا کوئی عقلمند یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ یہ آیات موسے علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں؟ ہرگز نہیں۔ پس یہ قول کہ موسےؑ مر گئے اور وفات کے وقت ان کی ۱۲۰ برس کی عمر تھی اور بنی اسرائیل تیس دن تک ان پر رویا کئے صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ کتب کسی نامعلوم شخص نے لکھی ہیں۔ اور فقرہ "آج تک کسی آدمی کو قبر معلوم نہیں" اور فقرہ "اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسے کی مانند جس سے خداوند نے رو برو باتیں کیں نہیں اٹھا" سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ کتاب کا لکھنے والا حضرت موسے علیہ السلام کے بہت زمانہ بعد ہوا۔ جب کہ بنی اسرائیل میں کئی نبی ظاہر ہو چکے تھے اور "آج تک" کے الفاظ بھی لمبے زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ عیسائی صاحبان کا فرض ہے کہ وہ اس نامعلوم شخص کا پتہ بتائیں کہ وہ کون شخص تھا جس نے ان کی مقدس کتابیں لکھیں۔ کیونکہ موسے علیہ السلام کی پانچ کتابوں میں اس شخص کا مطلقاً کوئی ذکر نہیں۔ بناء بریں ہمارا دعویٰ بالکل درست ہے کہ یہ کتابیں الہامی اور خدائی کلام نہیں۔

ل ۲ استثنا ب ۳۴ / ۵-۱۰

اسی طرح اناجیل میں بہت سی آیات ایسی پائی جاتی ہیں جن کے متعلق محققین نے اپنی یقینی رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ اناجیل نویسوں نے نہیں بلکہ متاخرین نے اناجیل میں لکھ دی ہیں۔ چنانچہ انجیل مرقس کی آخری بارہ آیات کے متعلق انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا ایڈیشن ۱۱ جلد ۱۷ صفحہ ۲۲۳ میں لکھا ہے:۔

"They were added to the original account latter still probably early in the second century probably to take the place of the ending which had been lost, or which was regarded as defective."

کہ یہ آیتیں اصل انجیل کے ساتھ بعد میں پیچھے غالباً دوسری صدی کے اوائل میں زائد کی گئیں۔ تا انجیل کے خاتمہ کی جگہ لیں جو ضائع ہو چکا تھا۔ یا اسے ناقص خیال کیا گیا تھا۔"

الغرض نہ کتب عہدِ قدیم تحریف سے محفوظ ہیں نہ عہدِ جدید کی کتب۔ اس لئے یہ کہنا کہ جو کچھ ان کتب میں لکھا ہے وہ خدا کا کلام ہے ایک باطل ادعا ہے

پہلی دلیل کا جائزہ

اناجیل کی پیشگوئیاں

جب ہم عیسائی صاحبان کی دوسری دلیل کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ بھی محض

صحت پر پوری نہیں اترتی۔ یسعیاہ ۴۵/۱۹ میں لکھا ہے:-

"میں خداوند سچ کہتا ہوں اور راستی کی باتیں بیان
فرماتا ہوں۔"

نیز استثناء ۱۸/۲۲ میں لکھا ہے:-

"جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس
کے کہنے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی
کہی ہوئی نہیں۔ بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے
تو اس سے خوف نہ کرنا۔"

معلوم ہوا کہ خدا کا کلام ضرور پورا ہوتا ہے۔ اس معیار کی رو سے
جب ہم اناجیل کی پیشگوئیوں کو پرکھتے ہیں تو وہ اس معیار پر پوری نہیں
اترتیں۔ مثلاً:-

(۱) جب بعض فقیہوں اور فریسیوں نے یسوع مسیح سے نشان دکھانے کا مطالبہ
کیا تو:-

"اس نے جواب دے کر ان سے کہا۔ اس زمانہ کے
بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی (یعنی
یونس) کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔
کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ ویسے ہی

ابنِ آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا[1]"

اس مقام پر یسوع مسیح نے اپنے زمین کے اندر رہنے کو یونسؑ کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے سے مشابہت دیتے ہوئے یہ پیشگوئی کی ہے کہ جیسے یونس مچھلی کے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہے اسی طرح وہ زمین کے اندر تین دن اور تین رات رہے گا۔ لیکن اناجیل اس امر پر متفق ہیں کہ جمعہ کی شام کو جب کہ یہود کا سبت شروع ہو گیا تھا صلیب سے اتار لیا۔ اور پھر اس کو چند گھنٹے بعد قبر میں رکھ گیا۔

انجیل یوحنا میں لکھا ہے:۔

"پس چونکہ تیاری کا دن تھا۔ یہودیوں نے پیلاطوس سے درخواست کی کہ ان کی ٹانگیں توڑی جائیں اور لاشیں اتاری جائیں تاکہ سبت کے[2] دن صلیب پر نہ رہیں۔ کیونکہ وہ سبت ایک خاص دن تھا"۔

اور یوحنا ۲۰/۱-۲ میں لکھا ہے:۔

"ہفتہ کے پہلے دن یعنی اتوار (شمس) مریم مگدلینی ایسے تڑکے کہ ابھی اندھیرا ہی تھا قبر پر آئی اور پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھا۔ پس وہ شمعون پطرس اور دوسرے شاگرد کے

---

۱ متی ۱۲/۳۸-۴۰ ۲ یوحنا ۱۹/۳۱-۳۳

پاس جسے یسوع عزیز رکھتا تھا دوڑی ہوئی آئی اور ان سے کہا
کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے۔"

پس یوحنا کے قول کے مطابق یسوع مسیح زمین کے اندر صرف دو
راتیں اور ایک دن رہا۔ اور یہ پیشگوئی کہ وہ یونسؑ کی طرح زمین میں تین دن
اور تین راتیں رہے گا پوری نہ ہوئی۔ لہذا یہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔

قاہرہ میں حدیقۃ الازبکیہ کے پاس ایک عیسائی گرجا میں شیخ کامل منصور
سے جو جامعہ ازہر کا تعلیمیافتہ تھا۔ اور عیسائی مذہب اختیار کر چکا تھا، میرا
اسی موضوع پر مباحثہ ہوا تھا۔ اس نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا تھا۔
کہ عبرانی لوگ دن کی جزو کو بھی دن کہہ لیتے ہیں۔ اور یہ کہ بعض مفسرین
اناجیل نے لکھا ہے کہ یسوع مسیح اصل میں جمعرات کے دن صلیب دیا گیا
تھا نہ کہ جمعہ کے دن۔ اور یہی جواب دمشق اور حوران وغیرہ کے انچارج
مشنری پادری الفریڈ نلسون نے جو اصل میں ڈنمارک کا باشندہ تھا تحریری
مباحثہ میں دیا تھا جو میرے اور اُن کے درمیان ۱۹۲۷ء میں بمقام دمشق ہوا
تھا۔ میں نے انہیں یہ جواب دیا تھا کہ اگر یہ اصول کہ دن کا جزو بھی دن کہلاتا
ہے درست مان لیا جائے تو آپ تین دن کی تین جزئیں ثابت کر دیں جو
یسوع مسیح نے زمین کے اندر گزاریں۔ وہ تو انجیل کے بیان کے مطابق ہفتہ
کی رات کو زمین (یعنی قبر) میں رکھا گیا اور اتوار کی صبح کو جب کہ ابھی اندھیرا

تھا یعنی دن نہیں چڑھا تھا وہ قبر سے نکل چکا تھا۔ پس تین راتوں اور تین دنوں کی تین تین جزئیں کہاں سے نکالیں گے۔ اور بعض مفسرین کا قول کہ اصل میں وہ جمعرات کے دن صلیب دیا گیا تھا میرے دعویٰ کو کہ موجودہ اناجیل الہامی نہیں ہیں سچا ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر بعض مفسرین کا یہ قول درست ہے تو اناجیل کا بیان یقیناً "غلط ہے۔ اور غلط اور خلافِ واقعہ بات خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔

چونکہ یہ اعتراض ناقابلِ تردید تھا اس لئے ہندوستانی مترجمین نے یہ ہوشیاری کی کہ تین دن اور تین رات کی بجائے (جیسا کہ پرانی اردو بائبل میں لکھا ہے) "تین رات دن کر دیا"۔ اور عربی بائبل میں اب تک یہ الفاظ موجود ہیں:-

"لانہ کما کان یونان فی بطن الحوت ثلاثۃ ایام و ثلاث لیال ھکذا یکون ابن الانسان فی قلب الارض ثلاثۃ ایامٍ و ثلاث لیال۔" (دیکھو الکتاب المقدس جو جمعیۃ التوراۃ الامریکیۃ وجمعیۃ التوراۃ البریطانیہ والاجنبیہ سے شائع کی اور قاہرہ میں ۱۹۳۸ء کو طبع ہوئی۔)

اسی طرح **The Parallel New Testament**

مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۸۸۳ء جس میں ۱۶۱۱ء اور ۱۸۸۱ء کے تراجم بالمقابل لکھے گئے ہیں۔ میں بھی

"Three days and three nights"

یعنی تین دن اور تین رات ہی درج ہے۔

پہلے انہوں نے انجیل متی میں "تین رات دن" کیا۔ لیکن یوناہ نبی کی کتاب میں یہ تبدیلی کرنا بھول گئے۔ اس میں تین دن اور تین رات ہی لکھا رہا۔ لیکن ۱۹۴۵ء میں برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی انارکلی لاہور نے جو بائیبل کا اردو ترجمہ شائع کیا اس میں یوناہ نبی کی کتاب کے ۱/۱۷ میں بھی "اور یوناہ تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہا" کی بجائے "اور یوناہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا" کر دیا۔ پس جب عیسائی صاحبان اس قدر دلیری سے تحریف کرنے کے عادی ہوں تو ان کتابوں کو خدا کا کلام کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

دوسری پیشگوئی

متی نے یسوع مسیح کے آسمان سے قدرت و جلال کے ساتھ آنے کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج

تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔ اور ستارے
آسمان سے گریں گے۔ آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ اور
اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا۔ اور
اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی
قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں سے آتا دیکھینگی
...... میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک یہ سب باتیں نہ
ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی۔"

اور متی باب ۱۶، آیت ۲۸ میں لکھا ہے:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جو یہاں کھڑے ہیں
ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت
کے ساتھ آیا ہوا نہ دیکھ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔"

اور مرقس ۸/۳۸ اور ۹/۱ میں ہے:۔

"ابن آدم بھی جب اپنے باپ کے جلال میں پاک
فرشتوں کے ساتھ آئے گا تو اس سے شرمائے گا۔ اور
اس نے ان سے کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے
ہو ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت

ل متی ۲۴/۲۹-۳۰-۳۴

کے ساتھ آیا ہوا نہ دیکھ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے "

ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں جو متی ۲۴/ ۲۹، ۳۰ میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں وہ یسوع مسیح کی ہمعصر نسل کی زندگی میں واقع نہ ہوئیں ۔ اور نہ ہی یسوع مسیح پاک فرشتوں کے ساتھ قدرت و جلال میں ان لوگوں کے سامنے ظاہر ہوا جو اس پیشگوئی کے وقت یسوع مسیح کے پاس کھڑے تھے۔ بلکہ نہ صرف وہ نسل مر گئی بلکہ اس کے بعد بہت سی اور نسلیں بھی گزر گئیں لیکن کسی نسل نے ابن آدم کو آسمان سے بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے نہ دیکھا۔

تیسری پیشگوئی

متی لکھتا ہے کہ یسوع نے اپنے بارہ شاگردوں سے کہا ۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہو لئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے "[1]

اس پیشگوئی کے بعد واقعہ یہ ہوا کہ یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں سے خطاب کرتے ہوئے یہوداہ اسکریوطی کے متعلق کہا ۔

---

[1] متی ۱۹/ ۲۸

"اور تم میں سے ایک شخص شیطان ہے۔ اس نے
شمعون اسکریوطی کے بیٹے یہوداہ کی نسبت کہا۔ کیونکہ یہی
جو ان بارہ میں سے تھا اسے پکڑوانے کو تھا"[۱]

اور یہوداہ اسکریوطی نے سردار کاہنوں کے پاس
جا کر کہا۔ اگر میں اسے تمہارے حوالہ کرا دوں تو مجھے کیا دو گے؟
انہوں نے اُسے تیس روپے تول کر دے دیئے"[۲]

اور یسوع نے کہا:۔

"اس آدمی پر افسوس جس کے وسیلہ سے ابنِ آدم
پکڑوایا جاتا ہے۔ اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے
اچھا ہوتا"[۳]

اور یہوداہ جو اُن بارہ شاگردوں میں سے ایک تھا سردار کاہنوں اور
قوم کے بزرگوں کے بھیجے ہوئے آدمیوں کے ساتھ اس جگہ آیا
جہاں یسوع تھا اور اُسے پکڑوا دیا۔ (دیکھو متی ۲۶/۵) اور آپ بعد
میں خودکشی کر لی"[۴]

پس یہوداہ اسکریوطی کے ارتداد سے بارہ کی بجائے گیارہ شاگرد رہ
گئے۔ اور بارہ شاگردوں کے متعلق جو یہ پیشگوئی تھی کہ جب وہ خود جلال کے

۱؎ یوحنا ۶/۷۰-۷۱ :: ۲؎ متی ۲۶/۱۴-۱۵ :: ۳؎ متی ۲۶/۲۴-۲۵ :: ۴؎ متی ۲۷/۵ ::

تخت پر بیٹھے گا تو اس کے بارہ شاگرد بھی تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کریں گے۔ غلط ثابت ہوئی کیونکہ بارہ میں سے ایک شاگرد مرتد ہو گیا اور اسے تخت کی بجائے "افسوس اور ذلیل" کا تمغہ ملا۔ اور بارہ تختوں میں سے گیارہ تخت رہ گئے۔

دوسری دلیل کا جائزہ

یہ دلیل کہ اناجیل میں ایک دوسرے سے مختلف بیانات نہیں پائے جاتے واقعات کی رو سے باطل ثابت ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ اناجیل میں ایک دوسرے سے مختلف باتیں پائی جاتی ہیں بلکہ اناجیل میں عہدِ قدیم کی کتابوں سے بھی بہت سی باتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ذیل میں پہلے بطور نمونہ بعض ان اختلافات کا ذکر کیا جاتا ہے جو عہدِ جدید کی کتب یعنی اناجیل کا عہدِ قدیم کی کتابوں سے پایا جاتا ہے۔ بعد میں اناجیل کے اندرونی اختلافات کا ذکر کیا جائے گا۔

اناجیل کا عہدِ قدیم کی کتب سے اختلاف

۱۔ انجیل متی ۱/۱۱ میں لکھا ہے کہ یوسیاہ سے یکونیاہ پیدا ہوا لیکن عہدِ قدیم کی کتاب یرمیاہ ۲۸/۴ اور تواریخ ۳/۱۶ میں لکھا ہے کہ یکونیاہ کا باپ یہویقیم تھا اور یوسیاہ اس کا دادا تھا پس انجیل نویس کا بیان یقیناً غلط ہے کیونکہ عہدِ قدیم کی کتابوں

سے مختلف ہے۔

۲۔ انجیل لوقا ۳ باب ۳۶ میں ہے کہ سلح قینان کا بیٹا تھا اور قینان ارفکسد کا۔ لیکن عہدِ قدیم کی کتاب پیدائش بتاتی ہے کہ سلح کا باپ ارفکسد تھا پس دونوں میں سے ایک یقیناً غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔

۳۔ مرقس لکھتا ہے کہ جب یسوع مسیح کے شاگرد سبت کے دن راہ میں چلتے ہوئے کھیتوں سے بالیں توڑنے لگے اور یہود نے اعتراض کیا کہ جو کام سبت کے دن روا نہیں وہ کیوں کرتے ہیں۔ تو یسوع نے کہا:۔

"کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے کیا کیا۔ جب اُس کو اور اس کے ساتھیوں کو ضرورت ہوئی اور وہ بھوکے ہوئے وہ کیونکر ابیاتر سردار کاہن کے دنوں میں خدا کے گھر میں گیا اور اس نے نذر کی روٹیاں کھائیں جن کو کھانا کاہنوں کے سوا اور کسی کو روا نہیں۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں"[1]

لیکن عہدِ قدیم کی کتاب اسموئیل باب ۲۱ میں لکھا ہے کہ داؤد نوب میں اخیملک کاہن کے پاس آیا اور اس نے اسے نذر کی روٹی دی جو اس نے بھی کھائی اور اپنے ساتھیوں کو بھی دی اور یہ سب کام خفیہ طور پر کیا گیا۔ اور باب ۲۲ میں ہے کہ ساؤل بادشاہ کو اس کا علم ہو گیا تو اس نے اخیملک اور دوسرے کاہنوں کو قتل کرا دیا اور اخیملک کے بیٹوں میں سے ابیاتر بچ نکلا اور داؤد کے پاس بھاگ گیا۔[2]

---

[1] مرقس ۲/ ۲۵-۲۶ [2] دیکھو اسموئیل ۲۲/ ۲۲

پس انجیل مرقس کے بیان کے مطابق داؤد ابیاتر کے زمانہ میں جب کہ وہ سردار کاہن تھا خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹی کھائی لیکن عہدِ قدیم کی کتاب اسموئیل سے ظاہر ہے کہ داؤد ابیاتر کے پاس نہیں بلکہ اسکے باپ اخیملک کے پاس گیا تھا اور نذر کی روٹی کھائی تھی۔ دونوں میں سے یقیناً ایک کا بیان غلط ہے۔

۴۔ متی یسوع مسیح کا نسب نامہ ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"سب پشتیں ابراہام سے داؤد تک چودہ پشتیں ہوئیں اور یہود کے گرفتار ہو کر بابل جانے تک چودہ پشتیں۔"[ط]

مگر عہدِ قدیم کی کتاب تواریخ ۴/۱۰تا۱۵ سے ظاہر ہے کہ داؤد سے لے کر گرفتار ہو کر بابل جانے تک چودہ پشتیں نہیں بلکہ اٹھارہ پشتیں تھیں۔ جن کا نام وار ذکر موجود ہے۔ پس دونوں میں سے ایک بیان لازماً غلط ہے۔ اور وہ یقیناً انجیلی بیان ہے۔

۵۔ متی کہتا ہے کہ یوسف یسوع مسیح اور اس کی ماں کو مصر لے گیا:۔

"اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا۔ تاکہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ مصر سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا"[ظ]

متی نے تو نبی کی بات کو جو حوالہ میں ہوسیع ۱۱: بتایا گیا ہے یسوع مسیح پر چسپاں کیا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا تھا! اور وہ اس پیشگوئی کے مطابق مصر سے گلیل آیا اور اس طرح ہوسیع نبی کی پیشگوئی کہ "مصر سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا" پوری

ط۔ متی ۱/۱۷ ظ۔ ہوسیع ۱۱/۱

ہوئی۔ لیکن ہوسیع ۱۱ : ۱ ، ۲ کے اصل الفاظ اس مفہوم کے متحمل نہیں ہیں۔ جو یہ ہیں:۔

"جب اسرائیل ابھی بچہ تھا میں نے اس سے محبت رکھی اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا۔ انہوں نے جس قدر ان کو بلایا وہ دور ہوتے گئے۔ انہوں نے بعلیم کیلئے قربانیاں گذاریں اور تراشی ہوئی مورتوں کے لئے بخور جلایا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ یہاں بیٹے سے مراد بنی اسرائیل ہیں اور یہ گذشتہ واقعہ کا ذکر ہے نہ کہ آئندہ کے لئے پیشگوئی۔ اور اسرائیل یعنی بنی اسرائیل کے لئے خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا:۔

"تو فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے۔ اور میں تجھے کہہ چکا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے۔"[1]

پس ہوسیع نبی نے اس جگہ بنی اسرائیل کے مصر سے خروج کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ اس سے آگے سب جگہ جمع کی ضمیر استعمال کی گئی ہے اور عربی بائیبل مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:۔

"ان اسرائیل منذ کان طفلاً انا احببته ومن مصر دعوت اولاده"

---

[1] خروج ۴ : ۲۲ ۔

"مگر اسرائیل ابھی بچہ ہی تھا کہ میں نے اس سے محبت رکھی اور مصر سے میں نے اس کی اولاد کو بلایا یعنی بنی اسرائیل کو۔" اور یہ ترجمہ عربی بائیبل میں ۱۸۴۴ء میں تبدیل کیا گیا۔

۶- متی لکھتا ہے کہ مصر سے واپسی پر یوسف، یسوع مسیح اور ان کی والدہ کو گلیل کے علاقہ میں لے آیا۔

"اور ناصرہ نام ایک شہر میں جا بسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا۔ وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔"[1]

مگر عہد قدیم کی کسی کتاب میں بھی ایسی پیشگوئی نہیں ملتی۔ ہم عیسائی صاحبان سے بہت سے نبیوں کی پیشگوئی کا مطالبہ نہیں کرتے وہ صرف ایک ہی نبی کی ایسی پیشگوئی کا پتہ دے دیں ہم اپنا اعتراض واپس لے لیں گے۔ اور عہد قدیم کی کتابوں میں سے ایسی پیشگوئی کا دکھانا اس لئے ضروری ہے کہ ناصرہ کے متعلق یہودی کہتے تھے کہ ناصرہ سے کوئی نبی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یوحنا اپنی انجیل میں لکھتے ہیں:-

"انہوں نے (یعنی فریسیوں نے شمس) اس کے (یعنی نیکدیمس کے شمس) جواب میں کہا۔ کیا تو بھی گلیل کا ہے؟ تلاش کر اور دیکھ کہ گلیل میں سے کوئی نبی برپا نہیں ہونے کا۔"[2]

---

[1] - متی ۲/۲۳ - [2] - یوحنا ۷/۵۲ -

فریسیوں کے جواب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ علماء یہود کو اور
نہ عوام کو کسی نبی کی ایسی پیشگوئی کا علم تھا بلکہ برخلاف اس کے ان کا
عقیدہ تھا کہ گلیل کے علاقہ میں سے کوئی نبی ظاہر نہیں ہوگا۔

اناجیل کے اندرونی اختلافات

اب میں ذیل میں اناجیل سے بطور نمونہ چند اختلافات کا ذکر کرتا ہوں۔

۱۔ متی نے اپنی انجیل میں "یسوع ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب نامہ" عنوان
دے کر جو نسب نامہ بیان کیا ہے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ :-

"مریم جس سے یسوع پیدا ہوا اس کا شوہر یوسف یعقوب
کا بیٹا تھا"

اور اس کی نسب حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ سے
ملائی ہے۔ مگر لوقا نے اپنی انجیل میں یوسف کو عیلی کا بیٹا قرار دیا ہے۔
پھر اس کا سلسلۂ نسب حضرت داؤد کے بیٹے ناتن سے ملایا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک شخص یوسف حضرت داؤدؑ کے دو بیٹوں کی
اولاد نہیں ہو سکتا صرف ایک بیٹے کی ہو سکتا ہے۔ اس لئے دونوں
انجیل نویسوں میں سے ایک کا بیان یقیناً غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔

۲۔ یسوع مسیح نے جب اپنے بارہ شاگردوں کو تبلیغ کے لئے بھیجا تو متی

لکھتا ہے۔ اس نے ان کو حکم دے کر کہا:۔

"نہ سونا اپنے کمر بند میں رکھنا۔ نہ چاندی نہ پیسے۔[۱]
راستہ کے لئے نہ جھولی لینا نہ دو دو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی:

مگر جب مرقس ان ہدایات کا ذکر کرتا ہے تو لکھتا ہے۔ کہ
ان کو یسوع مسیح نے:۔

"حکم دیا کہ راستہ کے لئے لاٹھی کے سوا کچھ نہ لو۔
نہ روٹی نہ جھولی۔ نہ اپنے کمر بند میں پیسے۔ مگر جوتیاں پہنو
اور دو کرتے نہ پہنو[۲]"

پس متی تو کہتا ہے کہ یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو یہ
حکم دیا کہ لاٹھی بھی اپنے ساتھ نہ لو۔ لیکن مرقس کہتا ہے کہ مسیح نے
اپنے شاگردوں سے کہا تھا۔ کہ لاٹھی کے سوا کچھ نہ لو۔ ظاہر ہے کہ متی
اور مرقس کے بیانوں میں سے ایک بیان یقیناً "غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔

۳۔ متی لکھتا ہے کہ جب یسوع مسیح بیت لحم میں پیدا ہوئے تو وہیں:۔
"خداوند کے فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی
دے کر کہا اٹھ بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر
کو بھاگ جا اور جب تک کہ میں تجھ سے نہ کہوں وہیں رہنا

۱۔ متی ۱۰/۹ ۲۔ مرقس ۶/۸۔

کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو تلاش کرنے کو ہے تاکہ
اُسے ہلاک کرے پس وہ اٹھا اور رات کے وقت
بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو روانہ ہو گیا اور
ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا۔[۱]

مگر لوقا لکھتا ہے جب یسوع مسیح بیت لحم میں پیدا ہوئے تو۔
"جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا
وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ پھر جب موسےٰ
کی شریعت کے موافق ان کے پاک ہونے کے دن پورے
ہو گئے تو وہ اس کو یروشلم میں لائے تاکہ خداوند کے
آگے حاضر کریں...... اور جب وہ خداوند کی شریعت کے
مطابق سب کچھ کر چکے تو گلیل میں اپنے شہر ناصرہ کو پھر
گئے۔ اور وہ لڑکا بڑھتا اور قوت پاتا گیا۔ اور حکمت سے
معمور ہوتا گیا۔ اور خدا کا فضل اس پر تھا۔ اس کے ماں
باپ ہر برس عید فسح پر یروشلیم کو جایا کرتے تھے۔ اور
جب وہ بارہ برس کا ہوا تو وہ عید کے دستور کے موافق
یروشلیم کو گئے۔[۲]

۱۔ متی ۲ / ۱۳-۱۴ ؛ ۲۔ لوقا ۲ / ۲۱-۲۲ و ۳۹-۴۲

متی تو کہتا ہے کہ یسوع کی پیدائش کے بعد یوسف اسے اور اس کی والدہ مریم کو بیت لحم سے مصر لے گیا اور ہیرودیس کی وفات تک مصر میں رہا۔ لیکن لوقا کہتا ہے کہ یسوع مسیح کی پیدائش کے بعد اس کے ماں باپ اسے بیت لحم سے یروشلیم گئے اور شریعت موسوی کے مطابق قربانی وغیرہ کی جو رسوم ادا کرنا ضروری تھیں وہ ادا کیں اور وہاں سے گلیل شہر ناصرہ میں چلے گئے اور بارہ برس تک یسوع وہیں رہا۔ پس متی اور لوقا کے بیانوں میں سے ایک بیان ضرور غلط ہے۔ اگر یوسف بیت لحم سے یسوع اور اس کی والدہ کو مصر لے گیا تھا تو لوقا کا بیان غلط ہے اور اگر وہ بیت لحم سے انہیں ناصرہ لے گیا تھا تو متی کا بیان یقیناً خلافِ واقعہ اور محض فرضی پیشگوئیاں چسپاں کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

۴۔ مرقس لکھتا ہے کہ جب یسوع نے دریائے یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا اور وہ پانی سے نکل کر اوپر آیا تو:۔

"فی الفور روح نے اسے بیابان میں بھیج دیا اور وہ بیابان میں چالیس دن تک شیطان سے آزمایا گیا"[1]

لیکن انجیل یوحنا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بپتسمہ کے بعد بیابان میں نہیں

[1] مرقس ۱۲، ۱۳ : ۱

سے جایا گیا۔ بلکہ بپتسمہ کے بعد۔

"تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی اور جب مے ہوچکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا۔ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے ابھی میرا وقت نہیں آیا۔"[1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یسوع مسیح کے یوحنا سے بپتسمہ لینے کے بعد فی الفور چالیس دن تک شیطان سے آزمائے جانے کا واقعہ جیسا کہ مرقس نے لکھا ہے، انجیل یوحنا کی رُو سے درست نہیں بہر حال مرقس اور یوحنا کے بیانوں میں سے ایک بیان یقیناً غلط ہے۔

۵۔ مرقس لکھتا ہے کہ:۔

"تیسرا گھنٹہ تھا یعنی نو بجے تھے، جب انہوں نے اس کو مصلوب کیا۔"[2]

لیکن اس کے خلاف یوحنا لکھتا ہے کہ جب یسوع کے متعلق یہ فیصلہ کرنے کیلئے کہ اسے صلیب دیا جائے یا نہ پیلاطوس تختِ عدالت پر بیٹھا۔

---

[1] یوحنا ۲/۱ تا ۴ ؛ [2] مرقس ۱۵/۲۵ ؛

"یہ فسح کی تیاری کا دن اور چھٹے گھنٹے کے قریب تھا" [۱]

پس یوحنا کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھٹے گھنٹے کے بعد صلیب دیا گیا اور مرقس کہتا ہے کہ وہ تیسرے گھنٹے صلیب دیا گیا۔ مرقس اور یوحنا کے ان دونوں بیانوں میں سے ایک ضرور غلط ہے۔ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی انارکلی لاہور نے ۱۹۲۵ء میں جو اردو ترجمہ بائیبل کا شائع کیا ہے اس میں مرقس $\frac{15}{25}$ کا ترجمہ "تیسرے گھنٹہ" کی بجائے "پہر دن چڑھا تھا" کر دیا ہے حالانکہ عربی ترجمہ میں اب تک "وکانت الساعة الثالثة فصلبوه" کے الفاظ موجود ہیں یعنی تیسرا گھنٹہ تھا کہ انہوں نے اسے صلیب دیا۔ (دیکھو الکتاب المقدس جو جمعیۃ التوراۃ الامریکیۃ اور جمعیۃ التوراۃ البرطانیۃ والاجنبیہ نے قاہرہ میں چھپوا کر ۱۹۳۶ء میں شائع کیا۔) اور انگریزی ترجمہ کے یہ الفاظ ہیں :۔

And it was the third hour, and they crucified him.

"یعنی تین گھنٹے یا تین بجے تھے اور انہوں نے اسے صلیب دیا"

دیکھو **The Parallel Now Testament.**

مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس مطبوعہ ۱۸۸۶ء ترجمہ ۱۶۱۱ء و ۱۸۸۲ء

جس قوم کی یہ حالت ہو کہ وہ آئے دن اعتراضات سے بچنے کی خاطر اپنی مقدس کتاب کو بدلتے رہتے ہوں اور ان میں تحریف کرتے رہتے ہوں۔

---

[۱] یوحنا $\frac{19}{14}$

ان کے ایمان کی حالت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس قدر بے ایمان قوم ہے جس کتاب کو وہ الہامی اور خدا کا کلام قرار دیتی ہے۔ اس میں بھی مطلب براری کے لئے تحریف سے باز نہیں رہتی۔

بہر حال یہ اختلافات اس امر کی بین دلیل ہیں کہ یہ کتب الہامی اور خدائی کلام نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں متضاد باتیں نہیں ہو سکتیں وہ ہر ایک چیز کو جانتا اور ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات اور حالات کا صحیح علم رکھتا ہے۔

تیسری دلیل کا جائزہ

اب ہم عیسائی صاحبان کی تیسری دلیل کا جائزہ لیتے ہیں۔ کہ ان کتب کے پڑھنے سے انسان روحانیت میں ترقی کرتا اور فوق العادت نیک اثر قبول کرتا ہے ہم جیسا کہ اوپر بھی ذکر کیا جا چکا ہے تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ بائیبل میں اچھی تعلیمات اور نصائح اور احکام بھی پائے جاتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے انبیاء کو وحی کئے گئے تھے۔ گو وہ اپنے اصل الفاظ میں موجود نہ رہے ہوں۔ لیکن ہم یہ ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں کہ موجودہ بائیبل الہامی یا خدا کا کلام ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کے پڑھنے سے انسان کی روحانیت ترقی کرتی ہے۔

میں اس جگہ بائیبل سے چند عبارات نقل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن حیا اور شرم مجھے ایسا کرنے سے مانع ہے۔ مگر قارئین رسالہ ہذا سے میں یہ گذارش

ضرور کروں گا۔ کہ اگر انہیں اس موضوع پر کسی عیسائی سے گفتگو کا موقعہ ملے تو وہ بائیبل سے یہ حوالہ جات نکال کر ضرور پڑھ لیں۔ تا وہ علیٰ وجہ البصیرت ان پر ان کی اس دلیل کی لغویت ظاہر کر سکیں۔

میں یہاں صرف ایک دو حوالوں کا اپنے الفاظ میں ملخص ذکر کر دینا چاہتا ہوں۔

۱۔ پیدائش $\frac{19}{30/38}$ میں لکھا ہے کہ قوم لوط کی تباہی اور ہلاکت کے وقت جب خدا تعالیٰ نے حضرت لوط اور ان کی دو بیٹیوں کو تباہی سے بچا لیا تو وہ ایک غار میں رہنے لگے۔ اور اس قسم کا شدید اور تباہ کن عذاب دیکھنے کے بعد بھی حضرت لوط کی دونوں لڑکیوں نے نعوذ باللہ اپنے باپ کو شراب پلا کر یکے بعد دیگرے دو راتوں میں بدکاری کی اور وہ اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا اور اس کا نام موآب رکھا گیا۔ اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اس کا نام بن عمّی رکھا گیا اور وہی عمّون کا باپ ہے۔

۲۔ پیدائش باب ۳۸ میں اس واقعہ کی تفصیل ذکر کی گئی ہے۔ کہ یہوداہ کی بیوہ بہو تمر نے کیا تدبیر اختیار کی کہ یہوداہ نے اس سے بدکاری کی اور وہ اس سے حاملہ ہوئی اور دو بچے جنے۔ جن میں سے ایک کا نام فارص رکھا گیا اور دوسرے کا نام زارح۔ اور یہ فارص وہی ہے

جس کا ذکر متی نے یسوع مسیح کے نسب نامہ کے عنوان کے ماتحت باب ۱ ایک آیت تین میں کیا ہے۔

نیز دیکھیں د ۳) ۲ سموئیل باب ۱۱ و باب ۱۲ از آیت ۱ تا ۲۳ د ۴) حزقیئل باب ۲۳، از آیت ۱ تا ۲۱ د ۵) غزل الغزلات باب ۴، از آیت ۱ تا ۸ و باب ۷، از آیت ۱ تا ۱۲ و باب ۸ از آیت ۱ تا ۷۔

ان حوالجات کو پڑھ کر ہر ایک شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ عیسائیوں کی دلیل کہاں تک وزنی ہے اور ان کا دعویٰ کہ بائبل خدا تعالیٰ کا کلام ہے کہاں تک درست ہے؟

چوتھی دلیل کا جائزہ

عیسائیوں کی یہ دلیل کہ قرآن مجید بائبل کی تصدیق کرتا اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اسے الہامی قرار دیتا ہے قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ اگر عیسائیوں کا یہ دعویٰ درست ہوتا تو پھر قرآن مجید اس کے مضامین کی مخالفت کیوں کرتا؟ مثلاً چاروں اناجیل میں لکھا ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر مر گیا۔ حالانکہ قرآن مجید یہود کے اس دعویٰ کو غلط اور باطل قرار دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (النساء) کہ انہوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا۔

بلکہ حسب وعدۂ الٰہی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اس نے طبعی وفات پائی۔

اسی طرح انجیل مرقس ۱۶/۱۵ میں لکھا ہے کہ یسوع نے اُن سے کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔ اور عیسائی بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن برخلاف اس کے قرآن مجید کہتا ہے وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (آل عمران) کہ مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے۔

اسی طرح پولوس کے خطوط میں بار بار اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ یسوع مسیح نے ہمارے گناہوں کے لئے اپنے آپ کو دے دیا۔ ہمیں گناہوں سے خلاصی بخشنے اور وہ ہمارے لئے کفارہ ہو گئے۔ لیکن قرآن مجید اس عقیدہ کی تردید کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (النجم) کہ کوئی جان دوسری جان کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتی۔ اور فرماتا ہے وَلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ (البقر) کہ کسی نفس سے بطور کفارہ کوئی بدلہ یا معاوضہ نہیں لیا جائے گا۔

اسی طرح انجیل مرقس اور لوقا کے آخر میں لکھا ہے کہ مسیح آسمان پر اُٹھایا گیا اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا۔ لیکن قرآن مجید بتاتا ہے کہ وہ دیگر انبیاء کی طرح وفات پا گیا اور آسمان پر نہیں گیا۔ پھر عہد قدیم کی کتاب اسلاطین ۱۱/۱-۲ میں لکھا ہے سلیمان نے اجنبی عورتوں سے شادیاں کیں۔

"جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے یہ کہا تھا کہ تم ان کے

کے پیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں
کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کریں گی۔ سلیمان انہی کے عشق کا دم
بھرنے لگا۔ اور اس کے سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو
حرمیں تھیں۔ اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا۔ کیونکہ جب
سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں
کی طرف مائل کر دیا۔ اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل
نہ رہا جیسا اس کے باپ داؤد کا دل تھا۔ کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی
دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا۔ اور
سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور پوری پیروی نہ کی جیسی
اس کے باپ داؤد نے کی تھی۔"

لیکن قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ" کہ حضرت سلیمان
علیہ السلام نے کفر نہیں کیا تھا۔ اسی طرح فرمایا "نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ" کہ
سلیمانؑ ہمارا بہت ہی اچھا بندہ تھا اور ہماری طرف بار بار جھکنے والا تھا۔ اسی طرح
فرمایا کہ وہ تو بادشاہوں کو بھی توحید کی طرف دعوت دیتا تھا جیسا کہ ملکۂ سبا کو توحید کی طرف
دعوت دی۔ "وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ
قَوْمٍ كَافِرِينَ (النمل)" کہ اس نے ملکۂ سبا کو غیر اللہ کی عبادت کرنے سے روکا یقیناً
وہ کافر قوم سے تھی۔ اور آج محققین اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن مجید نے حضرت سلیمانؑ کے

متعلق جو بیان فرمایا ہے۔ وہی درست ہے اور بائیبل کا بیان غلط ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں زیر لفظ "سلیمان لکھا ہے کہ یہ تو درست ہے کہ سلیمان نے اسرائیلی اور غیر اسرائیلی عورتوں سے شادی کی تھی لیکن یہ کہ انہوں نے یہوواہ خدا کے ساتھ غیر اسرائیلی عورتوں کے معبودوں کی پرستش کی بالکل غلط ہے اور اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ :-

"He was a faithful worshipper of Yahowa"

کہ وہ یہوواہ خدا کے ایک سچے اور مخلص پرستار تھے۔

اسی وجہ سے قرآن مجید کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اکثر حصہ اس کا جس میں بنی اسرائیل اختلاف کرتے ہیں بیان کرتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔

پس جب قرآن مجید بائیبل کی بہت سی باتوں سے اختلاف رکھتا ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ بائیبل میں جو کچھ لکھا ہے قرآن مجید اسے صحیح قرار دیتا اور خدا کا کلام سمجھتا ہے۔

قرآن مجید کی آیت وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ میں تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وہ بشارتیں جو تمہاری کتابوں میں پائی جاتی تھیں یہ قرآن مجید ان کے مطابق آیا ہے۔ جیسا کہ لفظ وَاٰمِنُوْا سے ظاہر ہے یعنی بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید پر ایمان لانے کا ارشاد فرماتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کا

نزول ان بشارات کے مطابق ہوا ہے جو ان کی کتب میں موجود ہیں (دیکھو تثنیہ ۱۸/۱۹ و یسعیاد ۲۸ وغیرہ) اور جس کے ظہور پر انہیں ایمان لانے کا حکم تھا۔ اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جو کچھ بائبل میں لکھا ہے وہ سب درست ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے جہاں کہیں تصدیق یعنی سچا قرار دینا اور ماننا استعمال کیا ہے وہاں اس کا صلہ ب ذکر کیا ہے مثلاً من جاء بالصدق وصدق بہ" اور جہاں کتب وغیرہ کی تصدیق کا ذکر کیا ہے وہاں اس کا صلہ لام ذکر کیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب اس کی مصداق ہے یعنی اس کے مطابق نازل ہونے کی وجہ سے اس بشارت کی تصدیق کر رہی ہے۔

دوسری آیت۔ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی یہ قرآن ان کتابوں کی طرف سے تصدیق کیا گیا ہے جو اس سے پہلے تھیں (یعنی ان کتابوں میں اس کے آنے کی خبر موجود ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ (القصص) یعنی جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب انہیں یہ کتاب سنائی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے۔ نیز فرمایا۔ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ

اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ (الفرقان) تو کہہ دے کہ تم قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ مگر وہ لوگ جو اس سے پہلے علم دیئے گئے ہیں جب انہیں یہ سُنایا جاتا ہے تو وہ سجدے کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا رب وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ ہمارے رب کا وعدہ (جو قرآن مجید کے نزول کے متعلق تھا) ضرور پورا ہو کر رہنے والا تھا۔

اور فرماتا ہے:۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ (المائدہ) اور اللہ تعالیٰ نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے اور اس کا نزول ان بشارات کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلی کتابوں میں پائی جاتی ہیں اور وہ ان پر رقیب اور محافظ و نگران اور جامع ہے۔ پہلی تعلیموں کو منسوخ کرنے والی اور تحریف شدہ کو غلط ٹھہرانے والی ہے۔ پس تو ان کے درمیان اسی کے مطابق حکم کر جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق تیرے پاس آچکا ہے اس سے اعراض کرتے ہوئے ان کے خواہشات کی پیروی نہ کر۔

اس آیت میں قرآن مجید کو ان سب کتابوں پر جو اس سے پہلے آئی تھیں مھیمن یعنی محافظ و نگران قرار دیا ہے۔ وہ ان کی غلطیوں اور نقائص کو ظاہر کرتا ہے۔ پس اس آیت کی رُو سے بائبل یا اور کتابیں جنہیں الہامی خیال کیا جاتا ہے ان کی تعلیم کی صحت یا عدم صحت کا معیار قرآن مجید ہے۔ ہر وہ تعلیم اور ہر وہ بات جو قرآن مجید کے مخالف ہوگی وہ خدائی تعلیم نہیں ہو سکتی۔

اور آیت فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (انبیاء) میں خطاب مسلمانوں سے نہیں بلکہ ان کفار سے ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور کہا ۔ ھَلْ ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (انبیاء) کہ یہ تو تمہاری طرح ایک بشر ہے۔ یہ مورد کلام الہی کیونکر ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس سوال کا یہ جواب دیا ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (انبیاء) کہ ہم نے تجھ سے پہلے صرف مردوں کو بھیجا جنہیں ہم وحی کرتے تھے۔ اگر اس میں شک ہو تو اہل ذکر سے دریافت کر لو پس مسئول عنہ چیز بھی خاص ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر رسول آئے وہ مرد تھے فرشتے وغیرہ نہ تھے

اور آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ سے یہ استدلال کرنا کہ ذکر سے مراد اس جگہ تورات اور انجیل ہے اور ان کی

حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے درست نہیں کیونکہ الذکر سے مراد اس آیت میں قرآن مجید ہے۔ چنانچہ اس سے پہلی آیت یہ ہے۔ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ؕ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۞ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۞ (الحجر)

اور کفار نے بڑے زور سے کہا ہے۔ کہ اے وہ شخص جس پر یہ ذکر اتارا گیا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے۔ اگر تو سچا ہے۔ تو کیوں ملائکہ کو ہمارے سامنے نہیں لاتا۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ جب بھی ہم فرشتوں کو اتارتے ہیں تو حق کے مطابق اتارتے ہیں۔ اور جب کفار کے لئے اتارتے ہیں تو اس وقت انہیں ذرہ بھی مہلت نہیں دی جاتی اس ذکر کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

یہ عجیب بات ہے کہ اب تمام محققین یورپ تسلیم کرتے ہیں کہ بائیبل میں تو الحاقی مضامین پائے جاتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کے متعلق محقق مستشرقین تسلیم کرتے ہیں۔ کہ جو قرآن مجید ہمارے پاس موجود ہے وہی قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں تھا چنانچہ ولیم میور لائف آف محمدؐ میں لکھتے ہیں کہ گو قرآن کی ترتیب ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

"There otherwise every security internal and external that we possess the text which Muhammad himself gave forth and used.,,

یعنی اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی
بیرونی اور اندرونی ضمانت موجود ہے کہ جو کتاب ہمارے
پاس ہے وہ وہی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے
سامنے پیش کی تھی۔ اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔"
اور نولڈک کہتا ہے جو قرآن عثمانؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا
اس کا مضمون وہی ہے جو محمدؐ نے پیش کیا تھا۔

Efforts of European scholars to prove the existence of later interpolation in the Quran have failed.,,

"یعنی یورپین علماء کی یہ کوششیں کہ وہ ثابت کریں کہ قرآن
میں بعد کے زمانہ میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی بالکل ناکام ثابت ہوئی
ہیں"۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ قرآن)
پس جن کتابوں میں متضاد بیانات پائے جاتے ہوں نہ ایک دو بلکہ بیسیوں اور ایسی پیشگوئیاں
پائی جاتی ہیں جو غلط ثابت ہو چکی ہوں پھر ان میں آئے دن تحریف ہوتی ہو جیسا کہ موجودہ
اناجیل میں۔ وہ قطعاً الہامی اور خدا کا کلام نہیں ہو سکتیں۔

ختم شدہ